قاضی فضل احمد مصباحی

قیاس و اجتہاد کی حقیقت و ضرورت

یہ امر مسلّم ہے کہ ہر حکومت کے لیے قوانین وضوابط کا مجموعہ ضرور ہوتا ہے جس کے ماتحت حکومت کا نظم ونسق برقرار رہتا ہے۔ لیکن سر دست ہم روئے زمین پر انسانی حکومت کی نہیں، خدائی حکومت کی بات کرتے ہیں اور خدا کی زمین پر سلامتی کا راستہ صرف اسلام ہے، یہ وہ دین ہے جو دنیا سے آقا اور غلام، گورے اور کالے، عربی اور عجمی کی تمیز مٹاتا ہے اور عدل و انصاف کے تقاضے صرف اس آئین کی بالادستی سے پورے ہوسکتے ہیں جو طاقت ور اور کم زور، ادنیٰ اور اعلیٰ، امیر اور غریب کا امتیاز مٹا سکتا ہے۔ اسلامی حکومت اور دین الٰہی کے قوانین کا پہلا مجموعہ قرآن عظیم ہے اور اس کی تفصیلات کا دوسرا مجموعہ احادیث رسول ﷺ ہے۔

قرآن کریم اور احادیث کریمہ کی روشنی میں جو مسائل مسلمانوں کی راہ عمل معین کرنے کے لیے مرتب ہوئے ہیں انھی مسائل کے مجموعہ کا نام فقہ ہے، فقہ میں ان کے علاوہ ایسے مسائل شرعیہ بھی ملیں گے جو قرآن کریم اور احادیث کریمہ میں صراحۃً موجود نہیں، بلکہ وہ یا تو اجماع سے ثابت ہیں یا پھر قیاس و اجتہاد کے ذریعہ اخذ کیے گئے ہیں۔ بایں ہمہ اجماع اور قیاس کی بنیاد قرآن کریم کے شہ پاروں اور احادیث کریمہ کے ذخائر میں ضرور ملے گی۔

الغرض اسلامی حکومت اور نظام مملکت کا سارا دار و مدار کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ اجماع امت اور قیاس پر ہے۔

یوں تو فقہ اسلامی کا اصل ماخذ قرآن کریم و سنت اور اجماع ہی ہیں کہ یہی مثبت حکم ہیں اور قیاس کو بھی ضمناً ماخذ میں شمار کرلیا گیا ہے، گوکہ یہ مثبت حکم نہیں مظہر حکم ضرور ہے۔ اس

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے۔

ِقت چوں کہ قیاس و اجتہاد ہی ہماری فکری وقلمی جولانگاہ ہے، اس لیے ذیل میں ہم صرف قیاس و جتہاد کی حقیقت وضرورت کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

یاس و اجتہاد کی حقیقت

سطور بالا میں اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ فقہ اسلامی میں قیاس کی حیثیت ِ تھے درجہ کی ہے۔ قیاس کے معنی لغت میں اندازہ کے ہیں، چناں چہ عرب میں کہا جاتا ہے 'قس النعل بالنعل'' نعل کا نعل کے ساتھ اندازہ کرو۔ اور اصطلاح شرع میں فرع کو اصل کے ساتھ حکم وعلت میں برابر کردینے کو قیاس کہا جاتا ہے۔ اصل کو مقیس علیہ اور فرع کو مقیس او جو چیز قدرے مشترک طور پر دونوں میں پائی جاتی ہے اسے علت مشترکہ اور جو اثر مرتب ہوتا ہے اسے حکم کہتے ہیں۔

قیاس و اجتہاد میں کوئی فرق نہیں بلکہ یہ ایک ہی شئی کے دو نام ہیں۔ جیسا کہ امام ﺎفعی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب ''الرسالہ'' میں ہے۔

> **قال فما القياس؟ اهو الا جتهاد؟ ام هما مفترقان؟ قلت هما اسمان لمعنى واحد.** (اصول السرخی، الجزء الثانی، ص۱۴۳)

مشہور حنفی فقیہ امام سرخسی کے نزدیک قیاس کو مجازاً اجتہاد کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے ﻔاظ یہ ہیں:

> **ويسمى ذلک اجتهاداً مجازاً ايضالان ببذل المجهود يحصل هذا المقصود.** (اصول السرخی، الجزء الثانی، ص۱۴۳)

یاس کی حجیت

صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین نے ہر زمانہ میں قیاس پر عمل یا ہے اور غیر منصوص مسائل میں قیاس و اجتہاد ہی کے ذریعہ حکم شرع کو ظاہر و واضح کیا ہے، البتہ ﺤاب ظواہر کے نزدیک قیاس اس قابل نہیں کہ اس کے ذریعہ منصوص کا حکم غیر منصوص تک ﯼ کیا جاسکے۔ اور جہاں تک حکم شرع کا مسئلہ ہے تو قیاس کو اس میں دخل نہیں، بلکہ اس باب

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے۔ ☆

میں قیاس پر عمل بالکل باطل ہے۔ اصحاب ظواہر میں سب سے پہلا شخص جس نے صحابہ و تابعین اور مجتہدین صالحین کے خلاف قول کیا ابراہیم نظام ہے۔ اس شخص نے سلف صالحین کو محض اس لیے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا کہ سلف صالحین قیاس سے استدلال کرتے تھے اور اسے شرعی دلیل جانتے تھے۔ پھر بغداد کے بعض متکلمین نے ابراہیم نظام کے قول کا اتباع کیا لیکن ان لوگوں نے سلف صالحین پر تبرا بازی سے اجتناب کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام نے قیاس کے ذریعہ جو احکام اور فیصلے اخذ فرمائے وہ درحقیقت احکام نہیں، بلکہ دو فریق کے درمیان صلح و مصالحت کے لیے اپنی رائے کا اظہار ہے، جس کا حکم شرع سے کوئی علاقہ نہیں۔ لہٰذا صحابہ کرام کے اس اظہارِ رائے کو قیاس کی حجت ہونے کی دلیل بنانا درست نہیں۔

اس کے بعد اک ایسا شخص آیا جو شریعت کے مسائل سے بالکل غافل، بلکہ علما کی زبان میں کہیں تو متجاہل، جس کا نام داؤد اصبہانی ہے، اس نے اس کی زحمت ہی گوارہ نہ کی کہ علمائے ماسبق نے کیا کہا ہے اور ان کی مراد کیا ہے، یکلخت قیاس پر عمل کو باطل قرار دیا اور کہہ دیا کہ قیاس حجت ہے ہی نہیں اور نہ احکام شرع میں اس پر عمل جائز ہے۔ بعد کے زمانے میں جن لوگوں نے داؤد اصبہانی کا اتباع کیا انھیں اصحاب ظواہر کہا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض نے ذرا ہمت جتائی اور افترا پردازی اور بہتان طرازی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے مذہب کو حضرت قتادہ مسروق و ابن سیرین رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے اجلۂ تابعین سے منسوب کردیا، العیاذ باللہ۔ اس کی پوری تفصیل اصول السرخی اور فقہ اہل العراق وحدیثہم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

نظام کے افکار و خیالات

ابراہیم نظام مذہبا معتزلی تھا، حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے خلاف براہمہ کے اقوال نظام کو بہت پسند تھے، لیکن تلوار کے خوف سے ان کے اظہار کی جسارت نہ کرتا تھا، یہاں تک کہ حضور اکرم ﷺ کے معجزات مثلاً انشقاق قمر، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کا بہہ نکلنا ہے، ان سب کا انکار اس لیے کیا کہ انکار نبوت کی راہ ہموار ہوجائے۔ اس کی نشو ونما اچھے ماحول میں نہ ہوئی اور نشست و برخاست بھی کچھ اچھے لوگوں کے ساتھ نہ تھی۔ جس کا اثر اس کے ذہن و دماغ پر پڑا اور بہت سے بنیادی عقائد کا انکار کردیا۔ (الفرق بین الفرق ص:۷۹/۸۰)

نظام کے تعلق سے علما کی رائے

منکرین قیاس کے موسس اوّل ابراہیم نظام باوجود یہ کہ مذہبا معتزلی تھا، اس کے گندے عقائد کی وجہ سے اکثر معتزلیوں نے بھی اس کی تکفیر کی۔ رہے اہلِ سنت و جماعت کے وہ علماء و مشائخ جنھوں نے نظام کی تکفیر کی وہ حد شمار سے باہر ہیں۔ کتاب ''فقہ اہل العراق وحدیثہم'' کے محشی ''الفرق بین الفرق'' کے ص ۸۰ تا ۹۱ سے اخذ کرتے ہوئے بطور اختصار لکھتے ہیں۔

اکثر معتزلہ نظام کی تکفیر پر متفق ہیں، حاحظ وغیرہ مٹھی بھر قدریہ نے اس کا اتباع کیا۔ لیکن انھوں نے بھی بعض گمراہیوں میں اس کی مخالفت کی اور کچھ نے مزید گمراہیوں کا اضافہ کردیا۔ اکثر مشائخ معتزلہ نے اس کی تکفیر کی۔ انھی میں اس کے ماموں ابو الہندیل ہیں، جنھوں نے اپنی مشہور کتاب ''الردعلی النظام'' میں اس کی تکفیر کی۔ جبائی نے بھی متعدد مسائل میں اس کی تکفیر کی، جس کی تفصیل ابومنصور بغدادی نے لکھی ہے۔ نظام کے رد میں اس کی کتاب بھی ہے۔ نظام کی تکفیر کرنے والوں میں اسکافی کا نام بھی ہے جس نے نظام کی تکفیر میں کتاب لکھی اور اس کے بیشتر مسائل میں اس کی تکفیر کی، رہی وہ کتابیں جو نظام کی تکفیر میں اہلِ سنت نے لکھیں تو ان کی تعداد خدا ہی کو معلوم۔ شیخ ابوالحسن اشعری کی نظام کی تکفیر میں تین کتابیں ہیں۔ قلانسی کے متعدد کتب و رسائل ہیں اور قاضی ابوبکر باقلانی کی ایک ضخیم کتاب ہے، جس میں نظام کے متعدد اصول کو رد کیا گیا ہے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ نے بھی ''المستصفی'' ج ۲، ص ۲۴۶/ ۲۴۷، مبحث قیاس کے اوائل میں ''نظام معتزلی'' کی خباثت کا ذکر کیا ہے۔

مثبتین قیاس کے دلائل

جمہور علما جو قیاس کو حجت اور دلیل شرع مانتے ہیں وہ اپنے موقف پر تین قسم کے دلائل قائم کرتے ہیں۔ (۱) کتاب (۲) سنت (۳) دلیل معقول۔ ان تینوں قسم کے دلائل کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ ان کے کلام میں پایا جاتا ہے، یہاں ان سب کا احاطہ مضمون کی طوالت کا باعث ہوگا، اس لیے ہم یہاں قدر معتد بہ حصہ کے بیان ہی پر اکتفا کریں گے۔

☆ الفقه حقیقته الفتح والشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا۔ ☆

کتاب

☆۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

فاعتبروا یا اولی الابصار. (آل عمران)

اے بصیرت والو عبرت حاصل کرو۔

اس آیت میں ''اعتبار'' کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اعتبار کے معنی شئی کے حکم کو اس کی نظیر کی طرف لوٹا دینا ہے، یہی وجہ ہے کہ جس اصل سے اس کے نظائر کو ملا دیا جاتا ہے اسے عبرت کہتے ہیں۔ چناں چہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔

ان فی ذلک لعبرۃ لا ولی الابصار.

اعتبار کے اسی مفہوم کا نام قیاس ہے، تو ثابت ہوگیا کہ اس آیت میں قیاس کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆۲۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **ولوردوہ الی الرسول وا اولی الامر منھم لعلمه الذین یستنبطونه منھم.**

اس آیت میں استنباط کے معنی قیاس کے ذریعہ نص سے علت کا استخراج ہے، اب یہ استخراج علت یا تو اس لیے ہوگا کہ نص کے حکم اس کے نظائر تک متعدی کر دیا جائے اور یہی عین قیاس ہے یا اس لیے کہ اس سے طمانیت قلب حاصل ہو جائے، اور طمانیت قلبی اسی وقت حاصل ہوگی جب اس علت اور لم پر انسان مطلع ہو جائے جو نص میں حکم کی بنیاد ہے۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت طاہرہ کو آنکھوں کا نور اور شرح صدور بنایا۔ ارشاد ہے۔ **افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربه.** (الزمر)

جس طرح آنکھ موجود چیز کو بینائی سے دیکھتی ہے، ٹھیک اسی طرح قلب غیر موجود چیز کو غور وفکر سے دیکھتا اور ادراک کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو غور وفکر سے کام نہیں لیتا اس کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور. (الحج)

پھر آنکھ سے دیکھ کر کسی چیز کے بارے میں آدمی کو جو اطمینان حاصل ہوتا ہے، خبر کے

ذریعہ سن کر اتنا اطمینان نہیں ہوتا، اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

لیس الخبر کالمعاینة. (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں ہے)

یہی معاملہ رویت قلب کا بھی ہے کہ جب معنی منصوص میں غور وفکر کرنے کے بعد اس پر اطلاع پا جائے تو مکمل انشراح صدر اور طمانیت قلب حاصل ہوجاتا ہے، تو اس غور وفکر سے روکنا اور یہ کہنا کہ نص میں حکم کی علت اور سبب کی تلاش وجستجو میں نہ پڑو، ایک طرح سے اس انشراح صدر اور طمانیت قلب کا حاصل کرنے کا ذریعہ کو ختم کردینا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد لعلمه الذین الایة. سے ثابت ہے۔

شبہ

استخراج و استنباط بلفظ دیگر قیاس و اجتہاد موجب علم نہیں ہے۔ بلکہ مجتہد مخطی بھی ہوتا ہے اور مصیب بھی، پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ مجتہد معانی نصوص میں غور وفکر کرکے علم و اطمینان حاصل کرلیتا ہے۔

ازالہ شبہ

یہ صحیح ہے کہ قیاس موجب علم نہیں ہے مگر اجتہاد کے ذریعہ بظاہر ایسا علم حاصل ہوجاتا ہے جو اطمینان قلب کا باعث ہو، اگرچہ اجتہاد سے اس بات کا یقینی علم حاصل نہیں ہوتا کہ یہی حق ہے۔ یعنی قیاس سے من حیث الظاہر علم حاصل ہوتا ہے اور بس۔ چناں چہ اصول سرخسی ۲،ص ۱۲۹ میں ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ یہ درست کیسے ہوسکتا ہے، جب کہ قیاس کو تو خود آپ بھی موجب علم نہیں مانتے؟ مجتہد کبھی خطا پر ہوتا ہے اور کبھی درستگی پر؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اجتہاد سے مجتہد کو بظاہر ایسا علم ضرور حاصل ہوجاتا ہے، جس سے اس کا دل مطمئن ہوجاتا ہے۔ اگرچہ وہ اجتہاد کے ذریعہ یہ نہیں جانتا کہ قطعی طور پر حق کیا ہے؟ اس کی نظیر خدا کے اس فرمان میں موجود ہے: فان علمتموهن مؤمنات. کیوں کہ اس میں ظاہری علم ہی مراد ہے۔

الرسالة، الجزء الثالث. کے مبحث قیاس میں ہے۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی۔ ☆

وعلم اجتهاد بقياس على طلب اصابة فذلك حق في الظاهر عندقايسه لا عندالعامة من العلماء ولا يعلم الغيب فيه الاالله.

سنت

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بحالت صوم عورت کے بوسہ کے تعلق سے حکم شرعی دریافت فرمایا تو اللہ کے رسول ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

ارايت لو تمضمضت بماء ثم مججته اكان يضرك.

یعنی بھلا بتاؤ تو سہی کہ اگر تم پانی سے کلی کرو پھر اسے پھینک دو تو کیا یہ تمھارے روزہ کونقصان پہنچائے گا؟

اس حدیث شریف میں قیاس کی تعلیم دی گئی ہے کہ منھ میں پانی داخل کرنے سے پینے کا راستہ کھل جاتا ہے، باوصف اس کے پینا نہیں پایا جاتا ہے، ٹھیک اسی طرح روزہ کی حالت میں بوسہ لینے سے قضا شہوت کے راستے کھل جاتے ہیں، لیکن صرف اسی سے قضا شہوة نہیں ہوجاتی ہے۔ تو جس طرح منھ میں پانی داخل کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا جب تک کہ حلق کے نیچے نہ اترے بوسہ لینے سے بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔ جب تک انزال نہ ہوجائے۔

۲۔ قبیلۂ خثعم کی ایک عورت نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یارسول اللہ! میرے والد بہت ضعیف ہیں، سواری پر سفر نہیں کرسکتے ہیں، ان پر حج فرض ہوگیا ہے، کیا میں ان کی طرف سے حج ادا کروں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا:

ارايت لوكان على ابيك دين اكنت تقضينه؟ فقالت نعم قال فدين الله احق.

یعنی اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا کرتی؟ کہا ہاں! تو فرمایا تو اللہ کا دین ادائیگی کے زیادہ لائق ومناسب ہے۔

یعنی جو حج ان کے ذمہ باقی ہے وہ دین ہے، لہٰذا اس کی طرف سے حج بدل ادا کرو۔

اس حدیث میں قیاس کی تعلیم اور رائے پر عمل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے۔ ☆

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الهرة ليست بنجسة لانها من الطوافين عليكم والطوافات.

یعنی بلی کا جوٹھا ناپاک نہیں ہے، یہ تو تمہارے گھروں میں چکر لگانے والے جانوروں میں سے ہے۔

اس حدیث میں بھی قیاس کی تعلیم ہے کہ وہ وصف جو تخفیف حکم میں مؤثر ہے وہ طواف ہے اور عموم بلوی اور ضرورت کی وجہ سے ان جیسے جانوروں کے جوٹھے کو ناپاک نہیں کہا جائے گا۔

۴۔ جب حضور اکرم ﷺ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف مبلغ اور قاضی بنا کر بھیج رہے تھے، آپ نے حضرت معاذ سے فرمایا: اے معاذ کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم سے، حضور نے ارشاد فرمایا: اگر تم نے کتاب اللہ میں مسئلہ کا حل نہ پایا تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا، اس وقت رسول اللہ کی سنت سے مسئلہ کا حل نکالوں گا، پھر حضور نے پوچھا: اگر تم نے رسول کی سنت میں بھی اس کا حل نہ پایا تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ نے فرمایا، اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ کے قول کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا:

الحمدلله الذى وفق رسول رسوله لمايرضى به رسوله.

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق بخشی جس سے اس کے رسول راضی ہیں۔

دلیل معقول

قیاس کے حجت ہونے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ "اعتبار" یعنی امثال میں غور وفکر بنص قرآن واجب ہے۔ یعنی کفار تکذیب اور عداوت رسول کی وجہ سے قتل وجلاوطنی پر مجبور ہوئے، تو اب اس میں غور وفکر کا حکم ہوا کہ اے بصیرت والو، تم اپنے حالات کے درپے رہے تو تمہیں بھی قتل وجلاوطنی میں مبتلا ہونا پڑے گا، جس طرح وہ کفار مبتلا ہوئے اور قیاس شرعی اسی تامل کی نظیر

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں۔ (محدث ابوزرعہ)

ہے کہ حکم عقوبت کو علت عداوت کی وجہ سے ان کفار معہودین سے ہر بصیرت والے کے حال کی طرف منتقل کردیا جائے۔ جس طرح مقیس علیہ سے حکم کو مقیس تک متعدی کردیا جاتا ہے۔ تو اس طور پر قیاس کی حجیت دلیل معقول سے ثابت ہوگئی۔

منکرین قیاس کے دلائل

جو لوگ قیاس کے منکر ہیں اور اسے حجت شرعیہ نہیں مانتے وہ بھی اپنے موقف پر تین طرح سے دلائل قائم کرتے ہیں۔ (۱) کتاب (۲) سنت (۳) دلیل معقول۔

کتاب

۱۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیھم۔(العنکبوت)

کیا انھیں کافی نہیں ہے کہ ہم نے ان پر ایسی کتاب اتاری جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

اب اگر کسی مسئلہ میں قیاس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کا حکم وہاں کافی نہیں ہے، اور یہ فرمان الٰہی کے خلاف ہے۔

۲۔ ارشاد الٰہی ہے:

ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی. (النحل)

یعنی ہم نے تم پر ایسی کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

نیز ارشاد ہے: **ما فرطنا فی الکتب من شئی۔ (الانعام)**

نیز ارشاد ہے: **ولا رطب ولا یابس الافی کتب مبین. (الانعام)**

ان آیتوں میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ تمام چیزیں کتاب اللہ میں اشارۃ دلالۃ اقتضاء نصاً موجود ہیں۔ اور قیاس کی طرف مراجعت کا معنی یہ ہے کہ وہ حکم کتاب اللہ میں موجود نہیں۔ حالاں کہ یہ بات اللہ عزوجل کے ارشاد کے واضح خلاف ہے۔

۳۔ ارشاد الٰہی ہے:

یا ایھا الذین امنو الا تقدمو ابین یدی اللّٰہ و رسولہ. (الحجرات)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں۔

نیز ارشاد ہے: ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولیک ھم الکافرون. (المائدہ)

ان آیتوں کا مفاد یہ ہے کہ اے ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور جس نے اللہ کے نازل کیے ہوئے کلام کے مطابق حکم اور فیصلہ نہ کیا وہی کافر ہیں۔ تو اب اجتہاد و قیاس کے مطابق عمل کرنا اللہ اور اس کے رسول پر سبقت لے جانے کے مترادف ہے۔ یوں ہی قیاس کے مطابق حکم کرنا اللہ عزوجل کے نازل کردہ احکام کے علاوہ حکم کرنا ہے جو کفر و فسق ہے۔

احادیث کریمہ

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لم یزل بنو اسرائیل علی طریقة مستقیمة حتی کثر فیھم اولاد السبایا فقاسوا مالم یکن بماقد کان فضلوا و اضلوا.

یعنی بنی اسرائیل سیدھے راستے پر قائم تھے یہاں تک کہ ان میں قیدیوں کی اولاد زیادہ ہوگئی تو انھوں نے گزشتہ چیزوں پر آئندہ چیزوں کا قیاس کیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

۲۔ حضرت ابوہریرہ ہی سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

تعمل ھذہ الامة برھة بالکتاب ثم برھة بالسنة ثم برھة بالرایی فاذا فعلوا ذلک ضلوا.

یعنی یہ امت کبھی کتاب اللہ کے مطابق عمل کرے گی، کبھی سنت کے مطابق پھر کبھی قیاس و اجتہاد کے مطابق عمل کرے گی۔ جب وہ ایسا کریں تو وہ گمراہ ہوگئے۔

۳۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایاکم واصحاب الرای فانھم اعداء الذین اعیتھم السنة ان یحفظوھا فقالو ابرأیھم فضلوا واضلوا.

یعنی تم قیاس کرنے والوں سے بچو کہ وہ دین کے دشمن ہیں، وہ سنت کو تو

اپنے حافظہ میں محفوظ نہ رکھ سکے اور قیاس و اجتہاد سے کہنا شروع کردیا۔

خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیا۔

دلیل معقول

قیاس کے منکرین اپنے دعوی پر جو عقلی دلائل قائم کرتے ہیں وہ دوقسم کے ہیں:

(۱)دلیل عقلی من حیث الدلیل (۲)دلیل عقلی من حیث المدلول۔

۱۔ دلیل عقلی من حیث الدلیل

یہ ہے کہ قیاس کی اصل میں شبہ ہے، اس لیے کہ جس وصف و علت کے ذریعہ حکم کو متعدی کیا جاتا ہے وہ علت بذاتِ خود منصوص نہیں ہے۔

دلالت النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص کسی سے وہ ثابت بھی نہیں ہے۔ اور قیاس و اجتہاد کے نتیجہ میں جو حکم ایجاب یا اسقاط، تحلیل یا تحریم کی صورت میں ہوگا وہ محض حق اللہ ہوگا اور اس بات کی قطعی کوئی گنجائش نہیں کہ حق اللہ کو ایک ایسے طریقہ سے ثابت کیا جائے جس میں شبہ موجود ہو۔ کیوں کہ صاحب حق کمال قدرت سے متصف ہے اور اس کی شان اس سے بہت بلندوبالا ہے کہ عجز اس کی طرف منسوب ہو یا وہ اپنے حق کے اثبات میں ان چیزوں کا محتاج ہو جن میں شبہ ہے۔ اور قیاس میں اس قسم کے شبہ کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ قیاس بالاتفاق علم یقینی کا افادہ نہیں کرتا اور جب قیاس سے علم یقینی کا افادہ نہیں ہوتا تو وہ بحکم قرآن منہی عنہ ہوگا۔

جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

ولا تقف مالیس لک بہ علم۔(بنی اسرائیل)

جس کا تجھے علم نہیں اس کی ٹوہ میں نہ پڑو۔

ولا تقولوا علی اللہ الا الحق۔(النساء)

اللہ کے بارے میں سچی بات ہی کہو۔

۲۔ دلیل عقلی من حیث المدلول

احکام شرع اللہ کی اطاعت وعبادت ہی کے لیے ہیں اور اطاعت وعبادت کی معرفت

میں قیاس و اجتہاد کو کوئی دخل نہیں، یہی وجہ ہے کہ قیاس و اجتہاد سے اصل عبادت کا اثبات جائز نہیں۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ اللہ کی طاعت، اظہارِ عبودیت اور انقیاد و تسلیم ہی میں منحصر ہے۔ اور جو حکم تعبدی ہوتا ہے مقتضائے قیاس پر اس کی بنیاد نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ بطور ابتلا ہوتا ہے۔ چناں چہ ہمیں ایسے بھی احکام ملتے ہیں جن کا قیاس و اجتہاد سے اصلاً ادراک نہیں ہوتا، جیسے نماز میں رکعتوں کی تعداد، عقوبات میں سزاؤں کی مقدار، بلکہ بعض احکام تو ایسے ہیں جو یکسر قیاس و اجتہاد کے خلاف جاتے ہیں اور جب صورت حال یہ ہے تو احکام کی معرفت قیاس و اجتہاد سے کیوں کر ممکن ہے؟ ایسی صورت میں قیاس پر عمل کرنا عمل بالعلم نہیں عمل بالجہل کہلائے گا۔

منکرین کے دلائل کا جواب

منکرین کا استدلال میں اللہ تعالیٰ کے اس قول ''ولم یکفھم'' کو پیش کرنا درست نہیں، اس لیے کہ ہم کتاب اللہ کو کافی و وافی یقیناً مانتے ہیں لیکن قیاس و اجتہاد کے ذریعہ استخراج کردہ حکم اگر کتاب اللہ میں نصاً وصراحۃً موجودہ نہیں مگر اشارۃً ضرور موجود ہوتا ہے چوں کہ قیاس و اجتہاد اسی اعتبار کا نام ہے جس کا حکم آیت کریمہ ''فاعتبر والایہ'' میں دیا گیا ہے۔ تو ظاہر ہو گیا کہ جو حکم قیاس و اجتہاد کا نتیجہ ہو وہ کتابِ اللہ کے حکم کے موافق ہی ہوگا۔ اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ جو حکم شرع ظاہر ہوگا وہ اللہ عزوجل کے قول ''تبیانا لکل شئی'' کے تحت داخل ہوگا، اور وہ حکم کتاب اللہ میں نصاً یا دلالۃً، اشارۃً یا اقتضاءً ضرور موجود ہوگا کہ یہ قیاس و اجتہاد اسی اعتبار کا دوسرا نام ہے جس کا حکم خود اللہ عزوجل نے دیا ہے۔ اسی سے یہ ثابت ہو گیا کہ قیاس و اجتہاد پر عمل اللہ اور اس کے رسول پر سبقت لے جانے کے مترادف نہیں ہے، بلکہ درحقیقت وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی بجا آوری ہے، اور اس طریقہ پر چلنا ہے جس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو دی ہے۔ یعنی احکام شرع سے باخبر ہونے کا کیوں کہ ہم غیر منصوص مسائل میں علت مؤثرہ کے ذریعہ حکم ثابت کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ علت ہمارے قیاس و اجتہاد سے مؤثر نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ عزوجل ہے کے مؤثر بنانے سے مؤثر ہے۔ ہمارے قیاس و اجتہاد کا صرف اتنا دخل ہے کہ اصل کے منجملہ اوصاف میں سے علت مؤثرہ کو منتخب کر کے اس کی تاثیر فرع میں ظاہر کر دیتے ہیں ہاں! البتہ منکرین نے یہ کہہ کر کہ ''عمل بالقیاس باطل ہے''

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

خود اپنے لیے اللہ اور اس کے رسول پر تقدیم و سبقت کا اشارہ دے دیا ہے، اس لیے کہ یہ لوگ اپنے اس قول کو ''عمل بالقیاس باطل'' ہے۔ نص میں صراحۃ کہیں نہیں دکھا سکتے اور استنباط کو یہ جائز ہی نہیں قرار دیتے کہ اس کے ذریعہ نص کے اشارہ پر اطلاع ہو سکے تو ان لوگوں کا یہ قول بلا دلیل رہ گیا اور احکام میں یہ بلا دلیل عامل ٹھہرے۔ الامان و الحفیظ۔

اور جہاں تک ان احادیث کا سوال ہے جنھیں منکرین نے بزعم خویش اپنے موقف کی تائید میں ذکر کیا ہے تو ان میں حقیقۃ علی الاطلاق قیاس و اجتہاد کی مذمت نہیں بیان کی گئی ہے بلکہ ان سے مراد یہ ہے کہ وہ قیاس و اجتہاد مذموم ہے جو خواہش نفس کی متابعت میں ہو یا وہ رائے مذموم ہے جس سے مقصود نص کا رد و انکار ہو، لیکن وہ قیاس و اجتہاد جس سے ہمارے بیان کردہ طریقہ کے مطابق اظہارِ حق مقصود ہو وہ مذموم نہ ہوگا۔ چناں چہ اصول سرخسی میں ہے:

> **واما عمر رضی اللّٰہ عنہ فالقول عنہ بالرأی اشھر من الشمس وبہ یتبین ان مرادہ بذم الرأی عند مخالفۃ النص اولاعراض عن النص فیما فیہ نص والاشتغال بالرأی الذی فیہ موافقۃ ھوی النفس والی ذلک اشارفی قولہ اعیتھم السنۃ ان یحفظوھا.**

(اصول السرخی، ج۲،ص۱۳۳)

> حضرت عمر کی قیاس کرنے کی بات اظہر من الشّمس ہے، اسی سے واضح ہوجاتا ہے کہ رائے کی مذمت سے ان کی مراد ایسی رائے ہے جو نص کے مخالف ہو یا نص ہوتے ہوئے اس سے اعراض کرنے اور ہوائے نفس کی موافقت میں قیاس و اجتہاد میں مشغول ہونے کی مذمت ہے۔ اس کی طرف ان کے ارشاد اعیتھم السنۃ میں اشارہ بھی ہے۔

یوں ہی بعض منکرین قیاس نے یہ جو کہا ہے کہ صحابہ کرام کا قیاس و اجتہاد پر عمل الزام حکم کے لیے نہ تھا بلکہ یہ دو فریق کے درمیان مصالحت کی صورت کا اظہار تھا، یہ بات بالکل بے بنیاد ہے بلکہ خلافِ واقعہ ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام نے جہاں بھی صلح و مصالحت کی صورتیں نکالی ہیں وہاں اس کی صراحت بھی کردی ہے اور جہاں صلح و مصالحت کا لفظ مذکور نہیں یا وہاں بطور خاص لفظ

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔ ☆

قضاء وحکم مذکورہ ہے تو اس سے مراد الزام حکم ہی ہے اور کیوں نہ ہو کہ عمل بالقیاس کی بعض صورتیں بصورت فتاوی تھیں۔ اور ہمارے زمانے میں مفتی مستفتی کو حکم مسئلہ بتاتا ہے، شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہوگا کہ مفتی مسئلہ کا حکم نہ بتا کر صلح و مصالحت کی دعوت دیتا ہو، ٹھیک یہی صورت حال زمانہ صحابہ میں بھی تھی، لہٰذا صلح و مصالحت والی بات علی العموم درست نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں صحابہ کرام کا قیاس و اجتہاد ان مسائل میں بھی ہوا ہے جہاں دو فریق میں باہم خصومت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں، جیسے عبادات، طلاق، عتاق وغیرہ۔ تو جن لوگوں نے یہ کہا کہ صحابہ کرام کا قیاس بطور صلح تھا یہ اختراعی بات ہے۔ جیسا کہ اصول السرخی ج۲ ص۱۳۴ میں ہے۔

ومن قال منهم ان القول بالرأی كان من الصحابة علی طريق التوسط والصلح دون الزام لحكم فهو مكابر جاحد لما هو معلوم ضرورة لان الذين نقلوا الينا ما احتجوبه من الرأی فی الاحكام قوم عالمون عارفون بالفرق بين القضاء والصلح فلايظن بهم أنهم اطلقوا لفظ القضاء فيما كان طريق الصلح بان الم يعرفو الفرق بينهما او قصدا التلبيس.

جو یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کا قیاس کرنا بطور صلح و مفاہمت تھا، الزام حکم کے لیے نہیں تھا تو وہ مکابر و مجاحد ہے۔ کیوں کہ بدیہی طور سے یہ معلوم ہے کہ جن لوگوں نے صحابہ کے اجتہادات ہم تک نقل کرکے پہنچائے ہیں وہ قضاء و صلح میں فرق سے آگاہ و آشنا تھے، اس لیے یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ فرق کو نہ سمجھ سکے اور صلح کو قضا کہہ دیا اور نہ یہ کہہ سکتے کہ انھوں نے تلبیس سے کام لیا۔

دلیل معقول کا جواب یہ ہے کہ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ حکم ظاہر ہوگا تو وہ ہمارے نزدیک حق ہوگا، اگرچہ عنداللہ اس کا حق ہونا ہمیں یقینی طور پر معلوم نہ ہو جیسے وہ شخص جس پر جہت قبلہ مشتبہ ہو تو بعد تحری جس طرف رائے جمے اس طرف رخ کرکے نماز پڑھنا اس پر لازم ہوگا اور اس صورت میں یہ قطعاً ضروری نہیں کہ حقیقت میں جہت قبلہ بھی وہی ہو۔ حق العباد اور

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا۔

حق اللہ میں فرق ساقط الاعتبار ہے کہ آخر جو جہت قبلہ مطلوب ہے وہ بھی خالص حق اللہ ہی ہے مگر اس کے لیے علم یقینی حقیقی ضروری نہیں۔

اب رہ گئی یہ بات کہ بعض احکام عقل و قیاس کے خلاف ہوتے ہیں وہاں قیاس و اجتہاد کی گنجائش کیوں کر ہوگی؟ تو اس سلسلہ میں ہمارا موقف بالکل صاف اور بہت واضح ہے کہ اگر امر غیر معقول المعنیٰ ہو تو وہاں بذریعہ قیاس حکم کو متعدی کرنا جائز نہیں، بلفظ دیگر وہاں عمل بالقیاس جائز ہی نہیں۔ لہٰذا اس کے ذریعہ استحالہ پیش کرنا اور قیاس و اجتہاد کا یکسر انکار کرنا حق و صداقت سے بہت دور ہے۔

یہاں تک ہم نے مثبتین و منکرین کے اقوال و دلائل قدرے شرح و بسط کے ساتھ پیش کردیے اور ساتھ ہی منکرین کے دلائل کا منصفانہ تجزیہ بھی پیش کردیا۔ اب قارئین کے لیے یہ فیصلہ کرنا بڑا آسان ہے کہ حق کس جماعت کے ساتھ ہے۔

قیاس کب حجت ہے؟

یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ قیاس ہر جگہ اور ہر حال میں حجت ہے بلکہ قیاس کی صحت کے لیے کافی و وافی شرائط ہیں۔ پھر قیاس و اجتہاد ہر کس و ناکس کا وظیفہ نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ عالم کتاب و سنت ہو جو احکام فرائض و واجبات کی شکل میں ہیں ان سے باخبر ہو، ناسخ و منسوخ، اقوالِ سلف، اجماعِ اُمت اور زبانِ عرب کا عالم ہو، ساتھ ہی کامل غور وفکر سے کام لے۔ اس وقت اجتہاد و قیاس حجت ہے اور اس پر عمل واجب ہے۔ چناں چہ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قیاس وہی کرے جس کے پاس آلۂ قیاس موجود ہو اور یہ کتاب اللہ کا علم ہے، جس میں فرض و ادب، ناسخ و منسوخ، عام و خاص اور توجیہ کی معرفت شامل ہے، اسی طرح محتمل آیتوں کی سنتِ رسول سے تاویل کی اہلیت ہو۔ اور اگر سنت میں نہ ملے تو اجماع مسلمین سے اس کی تاویل کرے اور اگر اجماع بھی نہ ہو تو قیاس کرے اور کسی کے لیے بھی قیاس کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ مذکورہ بالا امور سے واقف نہ ہو۔ یعنی سنتِ رسول، ارشادات سلف، اجماع و اختلاف اور زبان عرب۔ اسی طرح سالم العقل ہو، مشتبہ امور میں فرق کرنے والا ہو اور پورے

غور و فکر کیے بغیر عجلت میں رائے نہ قائم کرتا ہو، مخالفین کی باتیں سننے سے گریز نہ کرتا ہو اس لیے کہ مخالف کی باتیں بسا اوقات مشتبہ کرنے والی ہوتی ہے۔ (الرسالہ الجزء الثالث، بحث القیاس)

اجتہاد اور عصر حاضر کے غیر مقلدین

غیر مقلدین زمانہ شعوری یا لاشعوری طور پر نظام معتزلی کی تقلید میں گرفتار ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اجتہاد و قیاس کی وجہ سے ائمۂ مجتہدین کی شان میں گستاخی کا محاذ کھول رہے ہیں۔ اس کے باوصف میاں نذیر حسین دہلوی جو غیر مقلدوں کے امام ہیں وہ قیاس و اجتہاد کو حجت اور اقوال ائمہ کو حق وصواب قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ ان کی یہ بات پوری جماعت اہلِ حدیث کے لیے خاصی حیران کن ہے۔ وہ اپنے ایک فتویٰ میں رقم طراز ہیں:

> جیسے ائمۂ اربعہ کا قول ضلالت نہیں ہوسکتا، ایسے ہی کسی مجتہد کا مذہب بدعت نہیں ٹھہر سکتا، جو ایسا کہے وہ خبیث خود بدعتی اور رہبان پرست ہے۔

ائمۂ اربعہ کے علاوہ وہ کون مجتہدین ہیں جن کا قول ضلالت نہیں اس کی وضاحت بھی میاں نذیر حسین نے خود ہی کردی ہے۔ لکھتے ہیں:

> امام الحرمین، حجتہ الاسلام غزالی، وکیا ہراسی و ابن سمعان وغیرہم ائمہ محض انتساب میں شافعی تھے اور حقیقتاً مجتہد مطلق۔

پھر مزید لکھتے ہیں:

> بے شک جو منصف مزاج ہے وہ ہرگز امام شعرانی کے منصب کامل و اجتہاد میں کلام نہیں کرسکتا۔

میاں نذیر حسین دہلوی کا یہ قول ان غیر مقلدین کے لیے تازیانۂ عبرت ہے جو اجتہاد و قیاس کو باطل اور تقلید کو شرک و بدعت قرار دیتے ہیں بلکہ ایک طرح سے ان لوگوں کے لیے یہ دعوت فکر بھی ہے کہ ''اجتہاد و قیاس'' کا حجت ہونا ہی حق وصواب ہے اور اسے باطل کہنا گمراہی و ضلالت ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے۔